اسلامی حکومت میں امیر کی حیثیت

ملک ظہور احمد ایڈووکیٹ

اسلام نے جب حریّتِ انسانی کا علم بلند کیا تو سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ اس کے اجتماعی نظام میں حکومت، کارفرمائی اور وضع قانونِ اساسی، کا معاملہ دنیا کے کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا حقیقی موسس صرف خدائے واحد ہے اور وہی واضع قوانین ہے اور "خلیفہ" اس کے اساسی قانون کی روشنی میں "نیابت" اور "تنفیذ" کی خدمت انجام دیتا ہے۔

(حدیث "السلطان ظل اللہ فی الارض" کی تسلیم صحت کے بعد اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر سلطان اسلام "خلیفہ" کا طرز حکومت منہاج نبوت کے عین مطابق اور نیابت رسول کا صحیح نمونہ ہے تو بلاشبہ وہ اللہ کا سایہ ہے۔ ورنہ سلطان بمعنی مطلق العنان شخصی حکمران کے لیے اسلامی نظام حکومت میں قطعاً کوئی جگہ نہیں ہے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (سورہ یوسف)

(حکم خدا کے سوا کسی کا نہیں ہے)

مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔ (آل عمران ع)

(وہ (خدا) ملک کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ (اعراف ع)

(بلا شبہ زمین اللہ کے لیے ہی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو وارث کر دیتا ہے ۔ (اور انجام متقیوں کے لیے ہی ہے)

مَلِكِ النَّاسِ (الناس)

وہ (خدا) انسانوں کا بادشاہ (ہے) انسانوں کا خدا ہے ۔

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۔ (انعام)

خبردار رہو حکم اسی خدا کا ہے ۔

حیثیت امیر اسی لیے اس نے "حکومت علی منہاج النبوۃ" کے صاحب اقتدار (نائب) کے لیے شاہنشاہ، ڈکٹیٹر اور صدر جمہوریہ اور نیابت کے لیے شاہنشاہیت، ڈکٹیٹرشپ اور جمہوریت (اس جگہ جمہوریت کی نفی اس معنی میں ہے جس کا مظاہرہ آجکل امریکہ انگلستان اور بعض دوسرے ممالک یورپ میں نظر آتا ہے۔) کی تعبیر نہیں کی "خلیفہ" اور "خلافت" کے عنوان کو اختیار کیا تاکہ ابتدائی تخیل میں ہی یہ واضح رہے کہ یہاں " نیابت الٰہی " اور "خدمت خلق" کے علاوہ شخصی اور پارٹی اقتدار کا کوئی مقام نہیں بن سکتا ۔ چنانچہ حضرت آدم کے لیے ارشاد ہے ۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ (بقرہ)

(میں زمین پر اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں ۔)

اور حضرت داؤد کے لیے ارشاد ہے ۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ۔ (ص)

(اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے ۔)

كَانَتْ بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وَسیكون بعدی خلفاء فیكثرون قالوا فما تامرنا ؟ قال . فوا ببیعة الاول

(بنی اسرائیل کی سیاست (تدابیر امور) ان کے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ میں تھی جب کسی نبی کا انتقال ہوتا تو اس کی جگہ دوسرے نبی جانشین ہوتے اور میرے بعد

کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد خلفاء (خلیفہ ہائے خلافت) ہوں گے اور زیادہ ہونگے صحابہ نے پوچھا کہ آپ ان کے متعلق ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جمہور نے جس کو اول چن لیا اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

بے شک اسلام کے نظامِ حکومت میں خلیفہ کی شخصیت نمایاں ہے مگر ذاتی اور پارٹی کے اقتدار کی خاطر نہیں بلکہ قلمروِ خلافت کے ہر فرد کی خدمت کے لیے بلاشبہ اس میں جمہوریت کا عنصر روشن ہے لیکن جمہور کے حقوق کی حفاظت کے لیے نہ کہ وضع قوانین و طرزِ حکومت میں مخالف اور موافق جماعت قائم کرنے اور اقلیت و اکثریت کی بحث جاری رکھنے کے لیے اس لیے اسلام کا طرزِ حکومت (خلافت) قدیم و جدید طریقہ ہائے حکومت میں سے کسی کے ساتھ تعبیر نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ ان سب سے الگ ایک ایسا روشن نظام ہے جس میں عدل و انصاف کی یکسانیت اور اُمت کی خدمت اصل بنیاد و اساس ہے وہ ایک ایسا "شورائی نظام" ہے جس میں "خلیفہ" راہِ حق کا راہنما بھی ہے اور خدمتِ خلق کا خادم بھی، وہ نیابتِ الٰہی کے منصب سے اگرچہ تمام افرادِ امت کا والی ہے لیکن اس کے عزل و نصب میں افرادِ امت دخیل و سہیم ہیں اور مہمات امور میں "(شوریٰ)" کا پابند ہے اور اہل الرائے کی مشاورت ہی اس کا "عزم" ہے۔ غرض اسلام نے "خلافت" کا ایک ایسا نقشہ پیش کیا ہے جس میں امیر و مامور اور خلیفہ اور جماعت کے درمیان ایک لمحہ کے لیے بھی حاکم و محکوم کا علاقہ قائم نہیں ہونے پاتا اور عدل و انصاف میں مساوات عام کو اساس بنا کر جماعتی اور شخصی اقتدار کی جنگ کا خاتمہ کر دیتا ہے، چنانچہ حسب ذیل آثار سے امیر اسلام کی حیثیت کے متعلق ایک جھلک معلوم ہو سکتی ہے۔

عن الحسن قال کتب عمر الی ابی موسیٰ ان الاعمال مؤدّاة الی الامیر ما ادّی الامیر الی اللہ عزوجل[۱]

ترجمہ: حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ (اشعریؓ) کو ایک خط لکھا جس میں مذکور تھا بلاشبہ رعایا کے اعمال اسوقت تک امیر کی طرف رجوع رہیں گے۔

جب تک امیر" خدا" کی طرف رجوع رہے گا اور نیابتِ الٰہی کی ذمہ داری کو ادا کرتا رہے گا۔

۲۔ قال انس بن مالك عن معاذ بن جبل قال یا رسول اللہ ارأیت ان کان علینا امراء لا یستنون سنتك ولا یاخذون بامرك فما تامرنا فی امرهم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعة لمن لم يطع الله (رواہ احمد)

قال علی بن ابیطالب علیہ السلام کلمات اصاب فیهن الحق، قال بحق علی الامام ان یحکم بما انزل اللہ وان یودی الامانة فاذا فعل ذلك فحق علی الناس ان یسمعوا له ویطیعوا ویجیبوه اذا دعاهم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من امتی احد ولی عن امر الناس شیئا لم یحفظهم بما حفظه به نفسه واهله الا لم یجد رائحة الجنة

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ یہ فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے (امیر) مسلط ہو جائیں جو نہ آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوں اور آپ کے ارشادات کی پرواہ کرتے ہوں تو ان کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا تو مخلوق پر اس (امیر) کی اطاعت باقی نہیں رہتی۔

حضرت علی فرماتے ہیں چند کلمات ہیں جن میں حق کہا گیا ہے۔ فرمانے لگے امام پر واجب ہے کہ قرآن عزیز کے مطابق فیصلے دے اور امانت کو شعار بنائے پس اگر اس نے ایسا کر لیا تو لوگوں پر واجب ہے کہ اسکی بات سنیں اور اطاعت کریں اور اگر وہ کسی امر کے متعلق بلائے تو اسکو قبول کریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے اگر کوئی شخص

لوگوں کے معاملات کا والی بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کی بو بھی نہ پا سکے گا۔

التزام جماعت و اطاعتِ امیر

پس اگر خلیفہ، امیر یا امام، نیابت الٰہی کے بنیادی اصولوں کا پابند ہے تو پھر اسلام نے جمہور کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ نیابت الٰہی کے حامل خلیفہ کی پیروی کریں کیونکہ یہ پیروی اس کی شخصیت کی پیروی نہیں ہے بلکہ درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی پیروی ہے اور اس مسئلہ کو اس درجہ اہم قرار دیا ہے کہ مسلمانوں کے ہر قسم کے جماعتی نظم اور روزمرہ کی زندگی میں بھی " امارت " کے مسئلہ کو دخیل اور کارفرما بنایا گیا ہے۔

چنانچہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی ان حقائق کے لیے شاہدِ عدل ہیں۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔
(نساء ۹)

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ الآیۃ

تراجم: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور حاکموں (امیر) کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہوں۔ اور اللہ کی پیروی کرو اور اس کے رسول کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ایسا کرو گے تو تمہاری قوت سست پڑ جائے گی اور ہوا اکھڑ جائے گی۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ۔ (آل عمران)

عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی

خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون بعدی خلفاء (الحدیث)[۲]

لایحل لثلاثة ان یکونوا فی الفلاة من الارض الا امر واعلیهم احدهم[۳]

عن ابی هریرة سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات میتة جاهلیة[۴]

لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة ولا امارة الا بطاعة[۵]

عن عروة قال خطب ابوبکر رضی اللہ عنه فحمد اللہ واثنی علیه ثم قال اما بعد فانی ولیت امرکم ولست بخیرکم ولکنه نزل القرآن وسن النبی صلی اللہ علیه وسلم وعلمنا فعملنا وان اقواکم عندی الضعیف حتی اخذ منه الحق وان اضعفکم عندی القوی حتی اخذ له الحق ایها الناس انما انا متبع ولست بمبتدع فان انا احسنت فاعینونی وان انا زغت فقومونی اقول قولی هٰذا واستغفر اللہ لی ولکم[۶]

عن سلمان قال ۔ ان الخلیفة هو الذی یقضی بکتاب اللہ ویشفق علی الرعیة شفقة الرجل علی اهله فقال کعب الاحبار صدق[۷]

مندرجہ بالا آیات واحادیث مبارکہ کے تراجم ۔

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن کا یہ حال ہو کہ ان کے پاس خدا کی بینات آئیں مگر ان کے بعد بھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہی ہیں ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان

کے انبیاء انجام دیتے تھے جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی پہلے کا قائم مقام آجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور قریب ہے (کہ میرے بعد مسلمانوں کی سیاست) خلفاء انجام دیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تین آدمی اگر چٹیل میدان میں بھی موجود ہوں تو ان کے لیے بغیر اس بات کے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں زندگی گذارنا جائز نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ جو شخص اطاعت امیر سے باہر ہو گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا۔ اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسلام بغیر جماعت کے نہیں ہے اور جماعت امارت کے بغیر نہیں اور امارت بغیر طاعت و پیروی کے نہیں ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا بعد حمد و صلوٰۃ میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ لیکن قرآنِ عزیز نازل ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت (حدیث) کو بیان فرمایا ہم نے ان کو سیکھا اور ان پر عمل کیا اور بلاشبہ تمہارے زبردست میرے لیے اس وقت تک کمزور ہیں، جب تک میں ان سے ان پر واجب شدہ حق نہ لے لوں اور بلاشبہ تمہارے زیردست میرے پاس اس وقت تک زبردست ہیں جب تک کہ میں ان کا غصب شدہ حق واپس نہ لے لوں۔ اے لوگو میں (احکام اسلام کا) پیرو ہوں کسی بدعت کا موجد نہیں ہوں پس اگر میں نیکی کی زندگی اختیار کروں تو میری مدد کرو اور اگر کجی اختیار کر دوں تو مجھے سیدھا کر دو۔ میں یہی باتیں کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لیے خدا سے مغفرت چاہتا ہوں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحیح معنی میں "خلیفہ" وہی ہے جو کتاب اللہ

(قرآن) مطابق فیصلہ کرے اور رعیت پر اس طرح شفقت کرے جس طرح ایک شخص اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔ کعب احبارؓ نے یہ سنا تو کہا۔ سلمانؓ نے سچ کہا۔

شوریٰ

اور جس طرح "امت مسلمہ" پر لزوم جماعت اور اطاعت امیر کو ضروری قرار دیا اسی طرح امیر (خلیفہ) پر یہ واجب کیا کہ وہ مہمات امور میں اہل حل و عقد سے مشورہ کرے اور حسب اقتضاء معاملات جمہور سے بھی مشورہ کرنا اپنے اہم فرائض میں سمجھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۔ (آل عمران)

ترجمہ: اور ان (صحابہؓ) سے معاملات میں مشورہ کرو اور جب کسی بات پر تمہارا عزم قائم ہو جائے تو پھر صرف اللہ پر بھروسہ رکھو۔

علماء اسلام کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اولوالعزم پیغمبر کے لیے (کہ ان پر شب و روز وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور اس لیے مشورہ کے محتاج نہیں تھے) مشورہ کا حکم نازل ہوا تو خلفاء اسلام کے لیے تو یہ امر بلاشبہ وجوب کا درجہ رکھتا ہے اور اسی لیے حکومت اسلامی کو "شورائی طرز حکومت" کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لا غنى لولي الامر عن المشاورة فان الله امر بها نبيه صلى الله عليه وسلم فغيره اولى بالمشورة

ترجمہ: امیر (خلیفہ) کو مشورہ کے بغیر چارہ نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے تو آپؐ کی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے تو بہت زیادہ مشورہ کے محتاج ہیں۔

اور جب "امیر مشورہ" کرے تو پھر وہ اہل الرائے کے مشورہ کا پابند ہے اس لیے کہ وہ مشورہ ہی در اصل اس کا "وہ عزم" ہے جس کا ذکر قرآن عزیز نے کیا ہے اور اس مسئلہ میں یہ نص صریح قطعی اور فیصلہ کن ہے۔

عن علیؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزم فقال مشاورۃ اھل الرائی ثُمَّ اتباعھم[۱۹]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیت قرآنی میں "عزم" سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ امیر کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر ان کے مشورہ کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔

اور دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔ اور ان کے (مسلمانوں کے) معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ (شوریٰ[۲۰])

اور ان آیات کی جس طرح حضرت علیؓ کی حدیث سے وضاحت ہو چکی ہے اسی طرح حسب ذیل آثار و احادیث بھی اس حقیقت کو بخوبی روشن کرتے ہیں کہ اسلام کی نظر میں خلافت اور شوریٰ کے درمیان کیا نسبت ہے؟

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوکنت مستخلفًا احدًا عن غیر مشورۃ لاستخلفت ابن ام عبد[۲۱]

عن عمر بن الخطاب قال لاخلافۃ الا عن مشورۃ[۲۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی شخص کو بغیر مشورہ خلیفہ بناتا تو عبد اللہ بن مسعودؓ کو بناتا۔

"حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ خلافت بغیر مشورہ کے "خلافت" نہیں ہے"

غزوۂ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معمر و جلیل القدر صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نوجوانوں کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر جنگ کی جائے جب آپ نے یہ دیکھا کہ اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اسی کے مطابق "عزم جنگ" کیا اور مسلح ہونے کے لیے حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے اس دوران معمر صحابہ نے نوجوانوں کو عار دلائی کہ تم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عندیہ

کا لحاظ کیے بغیر ذات اقدس کو تکلیف میں ڈالا۔ یہ سن کر نوجوان متاثر ہوئے اور معذرت کرنے کے لیے حجرہ کے سامنے جمع ہو گئے آپؐ جب باہر تشریف لے آئے اور نوجوانوں کی معذرت کو سنا تو فرمایا کہ عزم کے بعد اب نبی کی شان نہیں ہے کہ مقصد حاصل کیے بغیر غیر مسلح ہو جائے چلو اب مدینہ سے باہر ہی میدان جنگ قائم ہوگا[۲۳]

عراق و شام کی فتح پر خلیفۃ المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ ان ملکوں کی زمین مجاہدین و غانمین میں تقسیم نہیں ہونی چاہیے بلکہ خلافت (اسٹیٹ) کی ملکیت میں رہنی چاہیے تاکہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کی ضروریات اور رفاہ عامہ کے کاموں میں اس کی آمدنی خرچ ہوتی رہے مگر بعض صحابہؓ نے جب اس سے اختلاف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل حل و عقد سے مشورہ کیا اور جب ان میں بھی بات طے نہ ہو سکی اور اختلاف ہنوز باقی رہا تب آپ نے مسجد نبوی میں "اجلاس عام" طلب فرمایا اور جمہور کے جمع ہونے پر حمد و ثنا کے بعد خطبہ دیا۔ جس کے حسب ذیل جملے قابل غور ہیں۔ اور ان سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کے نظام حکومت میں امیر کی امارت اور خلیفہ کی خلافت کی کیا حیثیت ہے۔

انی لم ازعجکم الا لان تشرکوا فی امانتی فیما حملت من امورکم فانی واحد کاحدکم وانتم الیوم تقرون بالحق خالفنی من خالفنی ووافقنی من وافقنی ولست ارید ان تتبعوھذا الذی ھوای معکم من اللہ کتاب ینطق بالحق فواللہ لئن کنت نطقت بامر اریدہ ما اریدبہ الا الحق[۲۴]

ترجمہ: میں نے تم کو خوامخواہ تکلیف نہیں دی بلکہ اس لیے جمع کیا ہے آپ بھی میری اس امانت میں شرکت کریں جو ان امور سے متعلق ہے جس کا بوجھ آپ نے میرے کاندھوں پر ڈالا ہے۔ بلاشبہ میں بھی تمہاری ہی طرح ایک فرد ہوں اور تم آج حق کا اعلان کرو گے جس کو مجھ سے اختلاف ہو وہ صاف صاف

اپنی رائے ظاہر کرے اور جس کو واقعی اتفاق ہو وہ اتفاق ظاہر کرے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری رائے اور خواہش کی پیروی کریں۔ اس لیے کہ تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب (قرآن) ہے حق کے لیے ناطق ہے۔ بخدا میں اگر کوئی بات کہتا ہوں تو میرا ارادہ اس گفتار میں حق کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔[۲۵]

نیز اسلام کے نظام حکومت میں "خلیفہ" کا مقام خلافت کے ادارے فرائض کے علاوہ ہر ایک شعبہ زندگی میں "قانون اسلام" یعنی عدل و آئین کی نظر میں دوسروں کے مقابلہ میں کوئی برتری نہیں رکھتا اور اس حیثیت میں امیر و مامور اور راعی و رعایا سب مساوی ہیں۔ چنانچہ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے بیٹے عبداللہ بن عمرو نے ایک مصری کو کوڑے سے پیٹا اس نے حضرت عمرؓ کے پاس جاکر شکایت کی حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو ان کے بیٹے سمیت مدینہ بلوایا اور ان کی موجودگی میں مصری کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ بن عمرو سے بدلہ لے عمرو بن العاص رضؓ دیکھ رہے تھے اور ان کا بیٹا مصری کے ہاتھ سے پٹ رہا تھا۔

من متى تعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احراراً[۲۶]

ترجمہ: تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنا لیا حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے عرض کیا۔

یاامیر المومنین لم اعلم ولم یأتنی[۲۷]

ترجمہ: اے امیر المؤمنین اس واقعہ کی مجھے مطلق خبر نہیں ہوئی اور نہ یہ مصری میرے پاس آیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عمال (گورنروں) کو موسم حج میں بلایا اور پھر

____ تمام لوگوں کو جمع کرکے تقریر فرمائی کہ میں نے "عمال" کو اس لیے بلایا ہے کہ یہ تمہاری جان تمہارے مال اور تمہاری آبرو کے محافظ ہیں نہ کہ مصیبت و تکلیف پہنچانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اس لیے ان میں سے اگر کسی نے بھی کوئی ظلم کیا ہو اور کوئی دادرسی کا خواہاں ہے تو کھڑا ہو کر کہے تاکہ دادرسی کی جائے۔ یہ سُن کر صرف ایک شخص کھڑا ہوا کہ فلاں عامل (گورنر) نے بلا وجہ میرے سو کوڑے مارے اور مجھ کو ستایا تحقیق حال کے بعد حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اے شخص تو برسرِعام اس گورنر کے کوڑے لگا اور اس سے اپنا انتقام لے حضرت عمرو بن العاص رضؓ گورنرِ مصر نے یہ دیکھا تو کہا کہ آپ ایسا نہ کریں ورنہ عاملین میں عام بددلی پیدا ہو جائے گی اور آئندہ کے لیے یہ دستور بن جائے گا حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔

الا أقيده منه وقد رأيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقيد من نفسه. قم فاستقد[۲۸]

ترجمہ: میں کس لیے اس سے بدلہ دلا کر انصاف نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی ذاتِ اقدس کو بھی بدلہ کے لیے پیش فرما دیتے تھے۔ اے شخص کھڑا ہوا اپنا بدلہ لے۔

تب حضرت عمرو بن العاص نے عرض کیا آپ اجازت دیں تو میں اس مظلوم سے بات کروں حضرت عمر نے اجازت دے دی تو عمرو بن العاص رضؓ نے اس شخص کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ایک کوڑے کے بدلہ میں دو دینار قبول کرے اور اس طرح دو سو دینار دیت دے کر عامل کو چھٹکارا دلایا[۲۹]

اس روایت میں حضرت عمر رضؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ غزوہ بدر میں آپ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے سواد بن غزیہ رضؓ صف سے کچھ الگ تھے۔ آپ نے چوکا دے کر فرمایا سواد! برابر کھڑے ہو۔

فقال يا رسول الله اوجعتني وقد بعثك الله بالحق و العدل فاقدني فكشف رسول الله صلى الله عليه وسلم

عن بطنه فقال استقد قال فاعتنقه فقبل بطنه الخ [٣٠]

مطلب :۔ سوادؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے مجھ کو تکلیف دی حالانکہ اللہ نے آپ کو حق و انصاف کے لیے مبعوث کیا ہے پس آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ سے بدلہ لوں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا سواد! اپنا بدلہ ضرور لو۔ سواد فوراً آپ کے گلے سے چمٹ گئے اور بطن مبارک کو چوم لیا۔

عدل و انصاف میں مساوات سے متعلق اسلامی خلافت کے سینکڑوں واقعات میں سے نمونہ کے طور پر صرف چند واقعے نقل کیے گئے ہیں۔ اب معاشی پہلو کے چند واقعات بھی ملاحظہ ہوں۔

عن عائشة قالت لما استخلف ابوبكر قال لقد علم قومي ان حرفتي لم تكن تعجز عن مؤنة اهلي وشغلت بامر المسلمين فسيأكل آل ابوبكر عن هذا المال ويحترف للمسلمين فيه [٣١]

وكان عمر يرزق العامل بحسب حاجته وبلده [٣٢]

جمع عمر المسلمين لاول عهده وقال ما يحل للوالي من هذا المال فقالوا جميعا اما الخامسة فقوته وقوت عياله لا وكس ولا شطط وكسوتهم وكسوته للشتاء والصيف ودابتان لجهاده وحوائجه وصلوته وحجه وعمرته والقسم بالسوية [٣٣]

قال عمر انما انا ومالكم كمولي اليتيم ان استغنيت استعففت وان افتقرت اكلت بالمعروف [٣٤]

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے خطبہ میں کہا کہ یہ بات میری قوم بخوبی جانتی ہے کہ میرا کاروبار

میرے اہل و عیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے مگر اب میں مسلمانوں کے معاملات (خلافت) میں مشغول کر دیا گیا ہوں لہٰذا اب ابوبکرؓ کے اہل و عیال کی "قوت لایموت" بیت المال سے ملے گی اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت انجام دے گا۔

اور حضرت عمرؓ (ہر گورنر کو) اس کی ضروریات اور شہر کے حالات کے پیش نظر مشاہرہ دیا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے ابتدائی عہد میں مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا! خلیفہ کے لیے اس (بیت المال) سے کس قدر لینا حلال ہے۔ سب نے باتفاق کہا اس کو صرف اپنی ضروریات اور اپنے عیال کی ضروریات کے لیے قوت لایموت لینا چاہیے جس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ ہونے پائے اور اپنے لیے اور عیال کے لیے سردی اور گرمی کے کپڑے اور جہاد، روزانہ کی ضروریات، نماز حج اور عمرہ کے لیے دو سواری کے جانور اور مال غنیمت وغیرہ میں سب مسلمانوں کے برابر اس کا حصہ ہے اور بس۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھ کو تمہارے مال (بیت المال) میں اتنا ہی حق ہے جس قدر کہ یتیم کے ولی کو یتیم کے مال میں۔ اگر میں رفاہیت میں ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور اگر حاجتمند ہوں گا تو دستور کے مطابق کھانے کے لیے لوں گا۔

اور یہی حضرت عمرؓ عام خوشحالی کے لیے یہ جذبات رکھتے اور ان کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔

اما واللہ لئن بقیت لارامل اهل العراق لادعنهم
لا یفتقرون الی امیر بعدی[35]

ترجمہ: بقسم بخدا۔ اگر میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیوہ عورتوں کو ایسا کر جاؤں گا کہ میرے بعد کسی امیر کے پاس حاجتمند بن کر پیش نہ ہوں۔

حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہونے سے پہلے بڑے شاہانہ انداز میں رہتے تھے۔ لیکن جب خلیفہ بنائے گئے تو یہ حالت تھی۔

ثم رایتہ بعد ان ولی الخلافۃ یمشی مشیۃ الرهبان[36]

ترجمہ: پھر میں نے خلافت کے بعد اُن (عمر بن عبد العزیز) کو دیکھا تو ان کی حالت راہبوں کی سی ہو گئی۔ یعنی موٹا پہنتے تھے اور موٹا کھاتے تھے اور یہ طبعاً نہ تھا بلکہ خلافت راشدہ کے خصوصی امتیاز کے پیش نظر تھا۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت علی نے ان سے کہا۔

ان اردت ان تلحق صاحبك فارقع القميص ونكس الازار واخصف النعل وارقع الخف وقصّه الامل وكل دون الشبع[۵۴]

اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو اپنے صاحب (ابوبکر) کی رفاقت نصیب ہو تو کرتے پر پیوند ہوں ازار جستہ ہو، جوتیوں پر پیوند ہوں۔ موزے پھٹے پرانے ہوں۔ امیدیں کوتاہ ہو جائیں اور کھانا پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جمعہ میں تاخیر سے تشریف لائے اور آکر یہ عذر پیش کیا کہ میرے پاس ایک جوڑا کپڑوں کا ہے اس کو دھو کر خشک کرنے میں دیر ہو گئی۔

حضرت قتادہ اور حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان کی قمیص میں بارہ پیوند تھے اور اکثر پیوند چمڑے کے تھے[۵۵]

جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ بیعت ہو چکی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر بعد حمد و صلوٰۃ یہ تقریر فرمائی۔

ايها النّاس فانى قد وليت عليكم ولست بخيركم فان احسنت فاعينونى وان اسأت فقوّمونى الصدق امانة والكذب خيانة والضعيف فيكم قوى عندى حتى ارجع عليه حقه ان شاء الله والقوى فيكم الضعيف حتى اخذ الحق منه ان شاء الله لا يدع قوم الجهاد فى سبيل الله الا خذلهم الله بالذل ولا تشيع الفاحشة فى قوم الا عمهم الله بالبلاء اطيعونى ما اطعت الله و

رسوله فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم قوموا الیٰ صلوتکم رحمکم اللہ[۳۹]

ترجمہ: لوگو! میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر برائی کی طرف جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے انشاء اللہ تمہارا کمزور بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق دلا دوں اور تمہارا قوی بھی کمزور ہے تا آنکہ میں اس سے دوسروں کا حق واپس دلا دوں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اللہ اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے اگر میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم بھی میری اطاعت کرو لیکن جب میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر بھی میری اطاعت نہیں اچھا اب نماز کے لیے کھڑے ہو، خدا تم پر رحم فرمائے۔

اور بعض روایات میں اس طرح منقول ہے:

الا وانکم ان کلفتمونی اعمل فیکم بمثل عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم اقم به الا وانما انا بشر ولست بخیر من احدکم فراعونی فان ارأیتمونی استقمت فاتبعونی واذا رایتمونی زغت فقومونی۔ الخ[۴۰]

ترجمہ: واضح ہو کہ تم اگر مجھے اس پر مجبور کرو کہ میں تمہارے معاملات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انجام دوں تو میں اس قابل نہیں کہ آپ کی شخصیت کا حق ادا کر سکوں، اس لیے کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں اور تم میں سے ایک معمولی فرد سے بھی بہتر نہیں ہوں پس تم میری نگہبانی کرو، پس اگر میں راستی اختیار کروں تو میری پیروی کرو اور اگر مجھے کج رو پاؤ تو سیدھا کر دو۔"

ابو رواحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے عمال کو ایک مرتبہ تحریر فرمایا

تمام لوگوں کو اپنے نزدیک برابر سمجھو ان میں قریب اور بعید انصاف اور حق کے معاملہ میں سب یکساں ہیں۔ رشوت لینے اور اپنی خواہش کے تابع احکام دینے سے بچو اور اگر غصہ میں کسی سے جائز مواخذہ کرو تو حق پر قائم رہو اور دن کی ایک ساعت میں بھی حق کے خلاف نہ ہونے پائے[۴۱]

حضرت عمرؓ کا رعایا کی زندگی کو خوشحال بنانے اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کرنے کی انتہائی خواہش کے سلسلہ میں راتوں کو تفتیش حالات کے لیے گشت کرنا ایک مشہور تاریخی حقیقت ہے لیکن حضرت عمرؓ اس کو بھی کافی نہیں سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ شب کا گشت تمام قلمرو میں پورے سال کیا کروں گا کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ ہر قسم کی کوشش کے باوجود لوگوں کی بعض حاجات یقیناً پوری ہونے سے رہ جاتی ہوں گی۔ کیونکہ وہ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور عمال شاید ان کو مجھ تک نہ پہنچاتے ہوں اور اس لیے دو مہینے مصر کا دورہ کروں گا۔ دو مہینے بحرین کا اور اسی طرح کوفہ بصرہ وغیرہ کا[۴۲]

ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ نے کسی شیریں چیز کے کھانے کی خواہش کی صدیق اکبرؓ نے فرمایا میرے پاس اس قدر گنجائش نہیں کہ تمہاری یہ خواہش پوری کی جا سکے زوجہ محترمہ نے عرض کیا۔ اجازت دیجیے کہ بیت المال سے جو وظیفہ ہم کو ملتا ہے اس میں سے چند روز تک کچھ پس انداز کر کے خود کو "حلوا" کی خریداری کے قابل بنا لیں۔ صدیق اکبرؓ نے اجازت دیدی جب ایک عرصہ دراز تک پس انداز کرتے رہنے کے بعد انہوں نے ایک حقیر رقم پس انداز کر کے صدیق اکبرؓ کو خبر دی تو آپ نے ان سے وہ رقم منگائی اور بیت المال میں داخل کرا دی اور فرمایا:

هٰذا يفضل عن قوتنا واسقط نفقتة بمقدار ما نقصت كل يوم وغرمه لبيت المال من ملك كان له[۴۳]

معلوم ہوا کہ ہم اپنی قوت لا یموت سے اس قدر زائد رہے ہیں اور یہ کہہ کر اس روز سے بقدر اس کے آزوقہ میں سے کم کر دیا اور گذشتہ کے دنوں کا حساب لگا کر مقدار زاید کو اپنی ذاتی ملکیت میں سے بطور تاوان بیت المال کو ادا کر دیا۔ صدیق اکبرؓ جب

خلیفہ بنائے گئے تو ایک روز وہ اپنے ہاتھ پر چند چادریں ڈالے ہوئے بازار جا رہے تھے۔ راہ میں حضرت عمرؓ ملے انہوں نے کہا کہ "اولی الامر" بننے کے بعد یہ تجارتی کاروبار کیسا؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آخر میں اہل وعیال کی معاش کی کیا سبیل کروں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ چلئے ابوعبیدہؓ آپ کی ضروریات دیکھ کر بیت المال سے وظیفہ کی مقدار متعین کر دیں گے چنانچہ دونوں حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس پہنچے انہوں نے فرمایا کہ یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ آپ کو ایک عام مہاجر کو جو وظیفہ ملتا ہے وہی دیا جائے نہ زیادہ نہ کم اور گرمی جاڑے کے کپڑے۔

ففرضا لہ کل یوم نصف شاۃ وما کساہ فی الراس والبطن[۸۴]

ترجمہ: پس دونوں (عمرؓ و ابوعبیدہؓ) نے ابوبکرؓ کے لیے روزانہ خوراک میں آدھی بکری اور اس قدر لباس کہ سر اور پیٹ کو ڈھک سکے مقرر کر دیا۔

ابن سعید کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ دوپہر کے وقت مسجد نبوی کے صحن میں کچی اینٹ کا تکیہ سر کے نیچے رکھے آرام فرما رہے تھے۔ میں نے گھر جا کر اپنے والد سے دریافت کیا کہ ایسا حسین وجمیل شخص کون تھا جو مسجد میں اس حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ والد نے کہا یہ امیر المومنین عثمانؓ ہیں[۸۵]

ابوالفرات کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے کسی بات پر غصہ میں اپنے غلام کا کان پکڑ کر مروڑ دیا۔ مگر فوراً ہی بعد غلام سے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی تو بھی میرا کان پکڑ کر مروڑ تاکہ بدلہ پورا ہو جائے۔ باصرار کہنے پر غلام نے معمولی طور پہ کان کو ہاتھ لگا دیا فرمایا نہیں خوب زور کے ساتھ مروڑو اور پھر فرمایا:

یا حبذا قصاص فی الدنیا لا قصاص فی الاٰخرۃ[۸۶]

ترجمہ: وہ بدلہ کس قدر اچھا ہے کہ دنیا میں ہی لے لیا جائے اور آخرت میں اس کا وبال (بدلہ) نہ بھگتنا پڑے۔

ایک مرتبہ اپنے عمال (گورنروں) کو تحریر فرمایا:

اما بعد فان اللہ امر الائمۃ ان یکونوا رعاۃ ولم یتقدم الیھم ان یکونوا جباۃ الخ[۸۷]

مطلب : بعد حمد و صلوٰۃ ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے امام یا امیر کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ قوم کے نگہبان اور چرواہے ہوں اور اس نے ان کو اس لیے امیر نہیں بنایا کہ وہ قوم کو ٹیکسوں کے بوجھ سے دبا دیں ۔

اور ابن عبد البر نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو خلافت کے زمانے میں اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے بدن پر ایک موٹا کرتا تھا جو پرانا بھی تھا اور ایک روایت میں یہی کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں حضرت علی کو دیکھا کہ وہ موٹی چادروں میں تقویٰ صدق گفتاری ، حسنِ معاملت کی تلقین وغیرہ فرماتے پھرتے تھے[۳]

اور ابو نعیم نے حلیہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال میں سونا چاندی بہت زیادہ آیا اور بیت المال پُر ہو گیا تب آپ نے اس سب کو مستحقین میں تقسیم کر دیا جب کچھ نہ رہا تو جھاڑو دلا کر وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا یہ اس لیے کیا کہ یہ زمین قیامت میں میری شہادت دے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا لوگو ! میں نے تمہارے مال میں سے کچھ بھی نہیں لیا ۔ صرف یہ ایک شیشی ضرور لی ہے جو دراصل میرے آزاد شدہ غلام دہقان کے حصہ میں آئی تھی اور اس نے مجھ کو ہدیہ کر دی ہے[۴]

" امارت و خلافت " کا یہی تصور اور اس کی عملی ذمہ داریوں کا یہی نقشہ ہے جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ عالیہ میں یہ واضح فرما دیا ہے کہ جو شخص اس ذمہ داری کا اہل نہ ہو اور وہ اپنی زندگی کو تج کر پبلک خدمت کے لیے وقف نہ ہو سکے ۔ وہ محض اقتدار کے لیے اس کو قبول نہ کرے ورنہ خدا کے سامنے ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا ۔

عن ابی ذر قلت یا رسول اللہ الا تستعملنی قال انک ضعیف وانها امانة وانها یوم القیمة خزی وندامة الا من اخذها بحقها وادی الذی علیه فیها[۵]

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ عامل (گورنر) کیوں نہیں بنا دیتے ؟ فرمایا تم کمزور

ہو اور یہ "امانت" ہے اور بلاشبہ یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی مگر یہ کہ کوئی اس کے حقوق و فرائض کے ساتھ اس کو لے اور ٹھیک ٹھیک ان حقوق و فرائض کو انجام دے۔"

عن عبد الرحمٰن بن سمرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا عبد الرحمٰن بن سمرة لاتسأل الامارة فانك ان اعطیتها عن غیر مسئلة اعنت علیها و ان اعطیتها عن مسئلة وکّلت الیها[51]

حضرت عبد الرحمان بن سمرہؓ فرماتے ہیں، مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عبدالرحمٰن! تم کبھی "امارت" کی خواہش نہ کرنا اس لیے کہ اگر تم کو بغیر خواہش اور طلب کے "امیر" بنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری مدد اور اعانت کی جائے گی اور اگر تمہارے سوال پر تم کو امارت دی گئی تو اس کا سارا بوجھ تم ہی پر ڈال دیا جائے گا (یعنی خدا کی مدد سے محروم ہو جاؤ گے)

عن ابی هریرة قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (انکم ستحرصون علی الامارة وستکون ندامة یوم القیٰمة[52]

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ بلاشبہ تم امارت (خلافت) پر متمکن ہونے کے لالچی بن جاؤ گے اور یقیناً وہ قیامت کے دن تمہارے لیے ندامت کا باعث ہوگی۔

اور اسی مقدس تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ خلفاء راشدین خلافت کے حقوق و فرائض کو بدرجۂ اتم انجام دینے کے باوجود بھی یہی محسوس کرتے رہے کہ ہم اس اہم عہدہ سے پوری طرح عہدہ برآ نہ ہو سکے اور اس لیے خدا تعالیٰ کے یہاں جوابدہی

کے خوف سے لرزہ براندام نظر آیا کیے ۔

سیوطیؒ نقل کرتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن عامر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فریضہ خلافت کی اہمیت اور ذمہ داری کو جب زیادہ محسوس فرماتے تو زمین سے مٹی اٹھا لیتے اور فرماتے ۔

"اے کاش میں مٹی ہوتا بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا اور میری ماں مجھ کو نہ جنتی" [۵۳]

اور آخر وقت میں جب لوگوں نے آپ کی خلافت کے زمانہ کے مناقب بیان کر کے ان کو آخرت کے اجر کی بشارتیں سنائیں تو فرمانے لگے ۔

ولوددت انی نجوت من ھٰذا الامر کفافًا لالی ولا علی [۵۴]

ترجمہ : اور میں تو یہی محبوب رکھتا ہوں کہ یہاں اس امر خلافت کے مواخذہ سے برابر سرابر نجات پاؤں نہ مجھ سے مواخذہ ہو اور نہ انعام ملے ۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ساری رات مصلیٰ پر بیٹھے روتے رہے صبح کو زوجہ محترمہ نے اس غیر معمولی رنج و غم کا دریافت کیا تو فرمایا ۔ میرا حال یہ ہے کہ اسود و احمر تمام امت مسلمہ کا میں والی ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ دور دور اقطاع و امصار میں ایسے ناتواں مسافر ہوں گے جو قناعت اور بدحالی کی وجہ سے برباد ہو رہے ہوں گے بہت سے محتاج فقیر، بہت سے مجبور قیدی اور اسی طرح بہت سے کمزور ناتواں ہوں گے ۔

فعلمت ان اللہ تعالیٰ سائلنی عنھم وان محمدا حجیجی منھم فخفت ان لا یثبت لی عند اللہ عذر ولا یقوم لی مع محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجۃ فخفت علی نفسی الخ [۵۵]

ترجمہ : پس مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارہ میں مجھ سے ضرور سوال کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب سے ضرور مجھ سے جھگڑیں گے سو میں ڈر رہا ہوں کہ اس وقت اللہ کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکوں گا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کوئی حجت لا سکوں گا تو یہ رنج و غم اسی خوف کی وجہ سے ہے ۔

حاصل یہ ہے کہ "اسلامی حکومت" خلافت اور نیابت الٰہیہ کے نام سے قائم ہوتی اور جماعت کے نظامِ اجتماعی کے مذہبی ، سیاسی ، معاشرتی

اور معاشی حقوق و فرائض میں راعی اور رعیت یا امیر اور مامور غرض جماعت کے ہر فرد کو "مساواتِ عدلی" کی ترازو میں وزن کرتی ہے اور اسی ماحول میں ایسے "اقتصادی اور معاشی نظام" کو بروئے کار لاتی ہے جو صالح ہونے کی بدولت جماعت کے ہر فرد کے خوشحال ہونے اور مطمئن زندگی بسر کرنے میں ہر قسم کی مدد دیتا ہے۔ اور اس کے برعکس اس نظامِ حکومت کو اسلام ملعون قرار دیتا ہے جو انسانوں کے درمیان اس لیے بروئے کار لایا جائے کہ اس کے ذریعہ صرف شخصِ واحد یا کسی پارٹی اور جماعت کی جابرانہ اغراض کو پورا کیا جاتا ہو اور اس کا وجہ سے خدا کی مخلوق کے مابین اخوت و مؤاسات اور باہمی ہمدردی کے بجائے ظالم اور مظلوم کا تعلق قائم ہوتا اور ایک دوسرے کے خلاف معاشی و تمدنی اجتماعی رقابت و طبقاتی جنگ کے نمایاں ہونے میں مدد ملتی ہو۔ چنانچہ اسی قسم کے نظامِ حکومت کے متعلق قرآنِ عزیز نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ وَنُرِيدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۔ (القصص ۵۶)

ترجمہ: بلاشبہ فرعون نے (خدا کی) زمین میں اودھم مچا رکھا ہے اور اس کے (مصر کے) باشندوں میں پھوٹ ڈال کر اس نے پارٹیاں بنا دی ہیں ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کرتا رہتا ہے، ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا اور ان کی لڑکیوں کو (باندیاں بنانے کے لیے) زندہ رکھتا ہے بے شک وہ مفسدوں سے ہے اور ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ جو زمین (مصر) میں کمزور رہیں ان پر احسان کریں اور ان کو (قوموں کا) پیشوا بنائیں اور (اپنی زمین کا) انکو وارث بنائیں۔

فرعونی اور طاغوتی طریقِ حکومت کا یہی سب سے بڑا نمایاں امتیاز ہے جو حکومت ربانی

کے مقابلہ میں اپنے اسلحۂ شر و فساد سے مسلح ہو کر سامنے آتا اور وہ بادشاہ، یا ڈکٹیٹر یا صدرِ جمہوریہ اور یا کسی پارٹی اور جماعت کے جابرانہ اقتدار کی ترقی کے لیے قوانین بناتا ہے کہ جس سے قلمروِ حکومت کے مختلف عناصر میں پھوٹ ڈالی جائے اور کسی کو کمزور اور کسی کو قوی بنا کر جماعتی رقابت پیدا کی جائے تاکہ اخوت عام اور ہمہ گیر مواسات کبھی بروئے کار نہ آسکیں اور خدا کی یہ تمام مخلوق ایک کنبہ اور ایک برادری نہ بن سکے۔ اسی لیے نائبینِ خلافت ہمیشہ عمالِ خلافت کو تنبیہ کرتے رہتے کہ ایسا نہ ہو حکومت حقہ (خلافت) حکومت طاغوتی کی شکل اختیار کرے۔

وكتب عمر بن الخطاب رضي الله عنه الى ابي موسىؓ اما بعد فان اسعد الرعاة عند الله من سعدت به رعيته وان اشقى الرعاة من شقيت به رعيته واياك ان تزيغ فتزيغ عمالك[57]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو لکھا: بعد حمد و صلوٰۃ یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر والی وہ ہے جس کی رعایا خوشحال اور امن کے ساتھ ہو اور سب سے بدبخت والی وہ ہے جس کی رعایا بدحال اور پریشان حال ہو تجھکو کجی سے بچنا چاہیے تاکہ تیرے کارندے (ماتحت افسر) بھی ظلم و کجی نہ کر سکیں۔

اور اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس قسم کے ارشاداتِ گرامی سے متذکرہ بالا حقیقت کو واضح فرماتے رہے۔

كلكم بنو آدم وآدم خلق من تراب[58]

تم سب انسان اولادِ آدمؑ ہو اور آدم کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

الخلق كلهم عيال الله فاحبهم الى الله انفعهم لعياله[59]

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے حق میں مفید ہو۔

بہرحال اسلام نے نظامِ حکومت کا جو نقشہ تیار کیا ہے اس میں نہ مذموم سرمایہ داری

کا گذر ہو سکتا ہے اور نہ طبقاتی جنگ کا امکان ہے۔ اس کا معاشی نظام نہ افراد کے انفرادی حقوق کو سلب کر کے تعطل وجمود پیدا کرتا ہے اور نہ افراد کو جماعتی زندگی سے کاٹ کر بالکل آزاد چھوڑتا ہے اور بلاشبہ اس کا معاشی نظام نفع اندوزی کی بنیادوں پر نہیں بلکہ انسانوں کی حاجت روائی کی اساس پر قائم ہے۔ اس کی معیشت کا دستر خوان فاتح ومفتوح، آزاد وغلام اسود واحمر اور مسلم وکافر سب کیلئے وسیع ہے وہ زیر دستوں پر ارباب قوت کو مسلط نہیں ہونے دیتا اور ارباب دولت کو حصول دولت میں اس طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ غریبوں کو اپنا آلہ کار بنالیں، وہ سب کو بخشتا ہے اور کسی کو محروم نہیں کرتا اور مزدور کاشتکار ہی نہیں بلکہ ہر زیر دست کو بلند کرتا اور جماعت کے ہر فرد کے درمیان اخوت عام اور عالمگیر مواسات کا رشتہ قائم کرتا ہے۔

مولانا ابوالکلام نے کیا خوب لکھا ہے۔

اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس ومحتاج جتنے ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی[۶۰]

غرض اس کا معاشی نظام عام خوشحالی اور رفاہیت انسانیت کا کفیل اور ذمہ دار ہے اور یہی کفالت معاشی نظام کی ضرورت کا حاصل ہے

حواشی

۱ - القرآن الکریم - سورہ آل عمران -
۲ - القرآن الکریم - سورہ الاعراف -
۳ - القرآن الکریم - سورہ الانعام -
۴ - القرآن الکریم - سورہ ص -
۵ - بخاری و مسلم -
۶ - کتاب الاموال ص ۵ -
۷ - مجمع الزوائد ج ۵، ص ۲۲۵ -
۸ - کتاب الاموال ص ۵، ۶
۹ - طبرانی معجم صغیر و اوسط منقول از مجمع الزوائد ج ۵ -
۱۰ - القرآن الکریم - سورہ الانفال -
۱۱ - القرآن الکریم - سورہ آل عمران -
۱۲ - الحدیث بخاری و ترمذی باب الخلافہ -
۱۳ - الحدیث مسند احمد و مشکوٰۃ باب الامارۃ -
۱۴ - الحدیث مسلم ج ۲ ص ۱۲۸ -
۱۵ - الحدیث، جامع لابن عبد البر ص ۶۲ -
۱۶ - کتاب الاموال لابی عبید ص ۲۶۶
۱۷ - الاسلام والحضارۃ العربیہ ج ۲ ص ۱۳۱ -

۱۸ ۔ القرآن الکریم ۔ سورۃ ال عمران ۔
۱۹ ۔ کتاب ۔ السیاسۃ الشرعیہ ص ۷۵ ۔
۲۰ ۔ تفسیر ابن کثیر و در منثور عن ابن مردو یہ بسند حسن ۔
۲۱ ۔ شوریٰ ۔
۲۲ ۔ مستدرک حاکم ۔
۲۳ ۔ کنز العمال ۔
۲۴ ۔ فتح الباری ج ۷ باب غزوۂ اُحد ۔
۲۵ ۔ کتاب الخراج ص ۲۵ ۔
۲۶ ۔ حسن المحاضرہ ج ۲ ص ۱ ۔
۲۷ ۔ حسن المحاضرہ ج ۲ ص ۱ ۔
۲۸ ۔ کتاب الخراج ص ۱۱۶ ۔
۲۹ ۔ کتاب الخراج ص ۱۱۶ ۔
۳۰ ۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷۱ ۔
۳۱ ۔ کتاب الاموال لابی عبید ص ۶۶۶ ۔
۳۲ ۔ الاسلام والحضارۃ العربیہ ج ۲ ص ۱۳۱
۳۳ ۔ الاسلام والحضارۃ العربیہ ج ۲ ص ۱۲۸
۳۴ ۔ الاسلام والحضارہ العربیہ ج ۲ ص ۱۲۸
۳۵ ۔ کتاب الخراج ص ۲۷ ۔
۳۶ ۔ کتاب الخراج ص ۱۷ ۔
۳۷ ۔ کتاب الخراج ص ۱۵ ۔
۳۸ ۔ کنز العمال باب فضائل الفاروق رض و تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۳۴ ۔
۳۹ ۔ اشہر مشاہیر الاسلام ص ۴۲۷ ، ۴۲۸
۴۰ ۔ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۰۱ ۔

۴۱ ۔ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۲ ص ۲۹۸ ۔

۴۲ ۔ طبری عن الحسن ۔

۴۳ ۔ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۱ ص ۹۳ ۔

۴۴ ۔ طبقات ابن سعد جز ۳ ص ۳۷، واشہر مشاہیر الاسلام ج ۱ ص ۹۳ ۔

۴۵ ۔ ابن کثیر ج ۷ ص ۲۱۳ ۔

۴۶ ۔ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۴ ص ۷۴۹ ۔

۴۷ ۔ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۴ ص ۷۵۱ ۔

۴۸ ۔ حیاتِ ابی طالب ص ۱۱۰ ۔

۴۹ ۔ حیاتِ ابی طالب ص ۱۱۰ ۔

۵۰ ۔ مسلم کتاب الزکوٰۃ ۔

۵۱ ۔ بخاری و مسلم کتاب الامارۃ ۔

۵۲ ۔ بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ ۔

۵۳ ۔ کنز العمال ج ۶ باب فضائل الفاروقؓ ۔

۵۴ ۔ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۲ ص ۷۷۴ ۔

۵۵ ۔ کتاب الخراج ص ۷۱ ۔

۵۶ ۔ القرآن الکریم ۔ سورۃ القصص ۔

۵۷ ۔ سیرت عمر بن الخطاب

۵۸ ۔ تفسیر ابن کثیر سورۃ الحجرات ومجمع الزوائد باب البر والصلۃ ۔

۵۹ ۔ جامع صغیر ج ۱ بحوالہ طبرانی ۔

۶۰ ۔ ترجمان القرآن ج ۲ ۔